رحمةٌ لّلعٰلمین

از
سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ صَلّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

انسانی دماغ بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب قسم کا بنایا ہے۔ کئی کئی حالتوں میں سے وہ گزرتا ہے۔ ایک وقت فلسفہ کے دلائل اُسے اُلجھا رہے ہوتے ہیں تو دوسرے وقت وجدان کی ہوائیں اسے اُڑا رہی ہوتی ہیں، ایک وقت علم کے غوامض اسے نیچے کی طرف کھینچ رہے ہوتے ہیں تو دوسرے وقت عشق کی بلندیاں اسے اوپر کو اُٹھا رہی ہوتی ہیں انہی حالتوں میں سے ایک حالت مجھ پر طاری تھی۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کر رہا تھا میری عقل اس کی حد بندی کرنا چاہتی تھی کہ میرا دل میرے ہاتھوں سے نکلنے لگا اس بحرِ ناپیدا کنار کی شناوری نے میری فکر کو سب قیود سے آزاد کر دیا اور وہ زمانہ اور مکان کی قید سے آزاد ہو کر اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر پرواز کرنے لگا۔

آسمان کیلئے رحمت میری نگاہ آسمانوں کی طرف گئی اور میں نے روشن سورج اور چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھا وہ کیسے خوش منظر تھے، وہ کیسے دل لُبھانے والے تھے ان کی ہر ہر شعاع محبت کی چمک سے درخشاں تھی یوں معلوم ہوتا تھا جیسے جھلملیوں سے کوئی معشوق محوِ نظارہ ہے میرا دل اس نظارہ کو دیکھ کر بیتاب ہو گیا۔ مجھے اس روشنی میں کسی کی صورت نظر آتی تھی کسی ازلی ابدی معشوق کی جو سب حُسنوں کی کان ہے۔ مجھ پر بالکل اسی کی سی حالت طاری تھی جس نے کہا ہے

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا

نہ معلوم میں اس خیال میں کب تک محو رہتا کہ میں نے عالَمِ خیال میں دیکھا سورج کی روشنی زرد، دھیمی پڑنے لگی، چاند اور ستارے مٹتے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ

وجود جو اِن کی چمک دمک کا باعث تھا ناراض ہوکر پیچھے ہٹ گیا ہے اور جھروکہ جھانکنے والے کے چہرہ کے نور سے محروم ہوگیا ہے وہ زندہ نظر آنے والے کُرّے بے جان مٹی کے ڈھیر نظر آنے لگے میں نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟ کہ میری نظر نیچے کی گہرائیوں میں اپنے ہم جنس انسانوں پر پڑی۔ میں نے دیکھا ہزاروں لاکھوں بظاہر عقلمند نظر آنے والے انسان سر کے بل گرے ہوئے یا گھٹنے ٹیک کر بیٹھے ہوئے گڑگڑا کر اور رو رو کر دعائیں کر رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے اے سورج دیوتا! مجھ پر نظر کر' میرے اندھیرے گھر کو اپنی شعاعوں سے منور کر' میری بیوی کی بے اولادگود کو اولاد سے بھر دے اور میرے دشمنوں کو تباہ کر۔ کوئی کہتا اے چندرماہا! میری تاریکی کی گھڑیوں کو اپنے نور سے روشن کر اور غموں اور رنجوں کو ہمارے گھر سے دور کر۔ کوئی کہتا اے ستارو! تم خوشیوں کا موجب اور میری راحتوں کا منبع ہو۔ اے زہرہ! تُو محبت سے ہمارے گھروں کو بھر دے اور ہمارے پیاروں کے دل ہماری طرف پھیر دے۔ اور اے مریخ! تُو ہم پر ناراض نہ ہو اور مصیبتوں کی گھڑیاں ہم پر نہ لا' اپنا غصہ ہمارے دشمنوں کی طرف پھیر دے۔

میرا دل اس گھناؤنے نظارہ کو دیکھ کر سخت گھبرا گیا اور میں نے کہا انسان نے کیسی خوبصورت چیزوں کو کیسا گھناؤنا بنا دیا ہے۔ جب عاشق محبوب کے چہرے کی بجائے اس کی نقاب سے عشق کرنے لگتا ہے' جب اس کے حقیقی حسن کو بھلا کر وہ اس کے لباس کی زیبائش پر فریفتہ ہونے لگتا ہے تو محبوب اس لباس سے نکل جاتا ہے اور خالی لباس عاشق کی طرف پھینک دیتا ہے کہ جا اور اسے دیکھا کر۔ مگر وہی لباس جو معشوق کے جسم پر خوبصورتیوں کا مجموعہ نظر آتا تھا اب کیسا بُرا' کیسا بھدّا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا یہی حال آسمان کے اجسام کا ہے جب تک ان میں ازلی ابدی محبوب کا چہرہ دیکھا جائے وہ کیسے خوبصورت نظر آتے ہیں' کیسے شاندار کیسے باعظمت اور جب خود ان کی ذات مقصود ہو جائے ان کی عظمت کس طرح برباد ہو جاتی ہے۔ ہیئت دان کس طرح بے رحمی سے ان کو چیر پھاڑ کر ایک دھاتوں کا تودہ ایک گیسوں کا مجموعہ ثابت کر دیتے ہیں۔ میں نے اس خیال کے پیدا ہونے پر پہلے تو حسرت سے آسمانوں کی طرف اور ان کے کھوئے ہوئے حسن کی طرف دیکھا اور پھر انسان اور اس کی گُم شُدہ عقل کی طرف نظر کی۔ میں اسی حال میں تھا کہ ایک نہایت دل کش نہایت سُریلی آواز دلوں کو مسحور کر دینے والی افکار کو اپنا لینے والی میرے کانوں میں پڑی اس نے پُرجلال و شاندار لہجہ سے کہا۔ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ صرف اللہ کو جو ایک ہی ہے اور جس کا قبضہ ان سب فلکی اجرام پر اور دوسری چیزوں پر ہے سجدہ کرو۔[1] اور یاد رکھو کہ اس

نے سورج کو بھی پیدا کیا ہے اور چاند کو بھی اور ستاروں کو بھی اور یہ سب اس کے ایک ادنیٰ اشارے کے تابع ہیں اور خادم ہیں۔ یاد رکھو کہ وہی پیدا کرتا اور اسی کا حکم چلتا ہے۔

وہ آواز کیسی مؤثر کیسی موہ لینے والی تھی۔ زمین کی حالت یوں معلوم ہوئی جیسے کسی پر قُشَعْرِیرہ[۲] آجاتا ہے۔ انسان یوں معلوم ہوا جیسے سوتے ہوئے جاگ پڑتے ہیں، ندامت، شرمندگی اور حیا کے ساتھ ٹمٹماتے ہوئے چہروں کے ساتھ لوگ اُٹھے اور اپنے پیدا کرنے والے کے آگے جُھک گئے۔ آسمان پھر خوبصورت نظر آنے لگا، ازلی ابدی معشوق نے پھر سورج، چاند اور ستاروں کی جِھلمِلیوں میں سے دنیا کو جھانکنا شروع کیا، پھر دنیا کا ذرہ ذرہ جلالِ الٰہی کا مظہر بن گیا، ہیئت دانوں کے سب استدلال اور سب دلیلیں حقیر نظر آنے لگیں، صاحبِ دل بول اُٹھے، تم اپنی گیسوں اور دھاتوں کے نظریوں کو اپنے گھر لے جاؤ تم چھلکے کو تو دیکھتے ہو، مغز پر نگہ نہیں ڈالتے۔ تم ان دھاتوں کے طوماروں اور گیسوں کے مجموعوں کے پیچھے نہیں دیکھتے کس کا حسن چمک رہا ہے؟ کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے؟ میں نے دیکھا چاند کی وہ بے نور مٹی بھی جسے ہیئت دان کہتے ہیں کہ ہزاروں سال کے تغیرات کے ماتحت مُردہ ہو چکی ہے، خوشی سے چمک رہی تھی۔ اسے اس سے کیا کہ وہ سرد ہے یا گرم، نیم مُردہ ہے یا زندہ، اس کا ذرّہ ذرّہ تو اس خوشی سے دمک رہا تھا کہ وہ اب سے آیَةٌ مِّنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ کہلائے گا۔ کسی چیز نے میرے دل میں ایک چٹکی لی اور میں نے ایک آہ بھری۔ پھر میں نے کہا یہ آواز تو ان اجرامِ فلکی کیلئے ایک رحمت ثابت ہوئی۔

فرشتوں کیلئے رحمت

پھر میری نظر اور بھی بلند ہوئی اور میں نے عالمِ خیال میں اوپر آسمانوں پر ایک مخلوق دیکھی جو نہایت خوبصورت اور نہایت پاکیزہ تھی۔ ان کے چہرے مَیں نے عالم کشف اور رؤیا میں دیکھے ہوئے تھے۔ میں نے عالمِ خیال میں بھی ان کی ویسی ہی شکل دیکھی اور مجھے نہایت بھولے بھالے وجود نظر آئے، لطیف اجسام کے جن کو صرف روحانی آنکھ دیکھ سکتی ہے، پاکیزہ صورت اور پاکیزہ سیرت، محنتی اور کام کرنے والے۔ ایسے کہ ان کو وقت کے آنے جانے کا کچھ علم ہی نہ ہوتا، ان کا ہر لحظہ گویا آقا کی خدمت کیلئے رہن تھا، وہ مشینیں تھیں جو مالک کے اشارہ پر چلتی ہیں مگر میں نے اپنی فکر کی آنکھ سے دیکھا کہ ان کے خوبصورت چہروں پر افسردگی کے آثار تھے۔ ان کی تازگی میں بھی ایک جھلک پژمردگی کی تھی۔ میں نے اس کے سبب کی تلاش کی مگر آسمان پر کوئی بات مجھے نظر نہ آئی جو اس کا موجب ہوتی۔ ان کا آقا ان سے خوش تھا اور وہ اپنے آقا سے خوش۔ پھر ان کی افسردگی کا کیا باعث تھا؟ میں نے پھر زمین پر

نظر کی اور ایک دل دہلانے والا نظارہ دیکھا۔ میں نے بلند عمارتیں دیکھیں جو ان فرمانبردار روحوں کے نام پر بنائی گئی تھیں میں نے ان میں ان کے مجسمے دیکھے جن کی لوگ پوجا کر رہے تھے۔ میں نے بھاری بھرکم جسموں والے بڑے بڑے جُبّوں والے لوگ دیکھے جو نہایت سنجیدہ شکل بنائے ہوئے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا سب دنیا کا علم سمٹ کر ان کے دماغوں میں جمع ہو گیا ہے اپنے گرد و پیش بیٹھے ہوئے لوگوں کو اس لہجہ میں کہ گویا وہ ایک بڑے راز کی بات انہیں بتا رہے ہیں ایسی بات کہ جسے دوسرے لوگ عمر بھر کی جستجو اور بیسیوں سال کی تپسّیا کے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتے یہ کہہ رہے تھے کہ فرشتے اصل میں خدا کی بیٹیاں ہیں [۳] اور جو کام خدا تعالیٰ سے کرانا ہو اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اِن خدا کی بیٹیوں کو قابو میں کیا جائے اور وہ بزعمِ خود ایسی عبادتیں جن سے فرشتے قابو آتے ہیں لوگوں کو بتا رہے تھے۔ لوگوں کے چہرے خوشی سے جگمگا رہے تھے اور ان کے دل ان علمِ روحانی کا خزانہ لُٹانے والوں پر قربان ہو رہے تھے۔ پھر میری ایک اور طرف نگہ پڑی میں نے دیکھا ویسے ہی جُبّوں والے کچھ اور لوگ اپنے عقیدت مندوں کے جُھرمٹ میں ایک کنویں کے پاس کھڑے ہوئے کچھ راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے۔ وہ انہیں بتا رہے تھے جس طرح ایک گہرا راز بتایا جاتا ہے کہ اس کنویں میں ہاروت و ماروت دو فرشتے ایک فاحشہ سے عشق کرنے کے جُرم میں قید کئے گئے تھے۔ کچھ جُبّہ پوش تو اصرار کر رہے تھے کہ وہ اب بھی اس جگہ قید ہیں اور بعض تو یہاں تک کہتے تھے کہ ان کے کسی اُستاد نے ان کو اُلٹا لٹکے ہوئے دیکھا بھی ہے جسے سن کر کئی عقیدتمندوں کے جسم پر پھریری آ جاتی تھی تب مجھے معلوم ہوا کہ انسانی گناہ نے فرشتوں کو بھی نہیں چھوڑا۔ میں اسی حیرت میں تھا کہ میں نے پھر وہی آواز دلکش، مؤثر، شیریں آواز، محبت اور جلال کی ایک عجیب آمیزش کے ساتھ بلند ہوتی ہوئی سنی۔ اس نے کہا فرشتے خدا کے بندے ہیں نہ کہ بیٹیاں [۴] اور وہ پوری طرح اس کے فرمانبردار ہیں۔ کبھی بھی اس کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے۔ [۵] لوگوں میں پھر بیداری پیدا ہوئی۔ بہت سے لوگ خوابِ غفلت سے چونکے اور اپنے پہلے عقائد پر شرمندہ اور نادم ہوئے کئی اونچی عمارتیں جو خدا کی بیٹیوں کے نام سے کھڑی کی گئی تھیں' گرا دی گئیں اور ان کی جگہ خدائے واحد و قہار کی عبادت گاہیں کھڑی کی گئیں' وہ کنویں جو فرشتوں کے گناہوں کی یادگار تھے اُجاڑ ہو گئے زائرین نے ان کی زیارت ترک کر دی۔ میں نے دیکھا فرشتے خوش تھے۔ گویا ان کے لباسوں پر گندے چھینٹے پڑ گئے تھے جسے دھونے والے نے دھو دیا۔ میرے دل سے پھر ایک آہ نکلی اور میں نے کہا یہ آواز ان فرشتوں کے لئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی۔

زمانہ کیلئے رحمت

میری نظر یہاں سے اٹھ کر زمانہ کی طرف گئی۔ میں نے کہا وقت کتنا لمبا ہے؟ کب سے یہ فرشتے کام کر رہے ہیں؟ کب سے سورج اور اس کے ساتھ کے سیارے اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں؟ کون بتا سکتا ہے کہ زمانہ جو کچھ بھی ہے اس نے کس قدر تغیرات دیکھے ہیں؟ کس طرح اور کب سے یہ خوشی اور غم کا پیمانہ بنا رہا ہے۔ اگر وہ جاندار شئے ہوتا تو ایک بے اندازہ زمانہ تک اللہ کی مخلوق کی خدمت میں لگا رہنے پر اسے کسی قدر فخر ہوتا؟ میں اسی خیال میں تھا کہ مجھے زمانہ کے چہرہ پر بھی دو داغ نظر آئے۔ مجھے کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے سنائی دیئے کہ زمانہ غیر فانی ہے' زمانہ خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ابدی ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے سنائی دیئے کہ زمانہ ظالم ہے اس نے میرا فلاں رشتہ دار مار دیا' زمانہ بُرا ہے' اس نے مجھ پر فلاں تباہی وارد کر دی۔ میں نے کہا اگر زمانہ زندہ شئے ہوتی تو وہ ان کی باتوں کو سنکر ضرور ملول ہوتا۔ مگر معاً وہی آواز پھر بلند ہوئی اس نے کہا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زمانہ ہمارے آدمیوں کو مارتا اور تباہ کرتا ہے[٦] یا وہ خدا ہے' غلط کہتے ہیں۔ انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں' مارنا اور جلانا تو خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ وہ جب تک کسی چیز کو عمر دیتا ہے وہ قائم رہتی ہے اور زمانہ اس کے ساتھ بمنزلہ ایک کیفیت کے رہتا ہے اور پھر اس نے کہا زمانہ کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کی صفات کا ایک ظہور ہے۔ پس تم جو اسے گالیاں دیتے ہو' درحقیقت خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہو۔ میرا دل اس آواز والے کے اور بھی قریب ہو گیا اور میں نے محبت بھرے دل سے کہا کہ یہ آواز تو زمانے کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

زمین کیلئے رحمت

زمانہ سے ہٹ کر میری نگہ کرۂ ارض پر پڑی۔ میں نے کہا ہماری دنیا دوسرے کرّوں سے کچھ کم خوبصورت نہیں بلکہ بظاہر زیادہ ہے کیونکہ وہاں سے تو صرف روشنی آتی ہے اور یہاں روشنی کے علاوہ قسم قسم کے سبزے اور رنگ رنگ کے نظارے اور پھولوں سے ڈھپی ہوئی بلند پہاڑیاں اور کلیلیں کرتی ہوئی ندیاں اور اُچھلتے ہوئے چشمے اور سایہ دار وادیاں اور پھلوں سے لدے ہوئے درخت اور پھولوں سے اَٹی ہوئی جھاڑیاں اور لہلہاتے ہوئے کھیت اور غلّوں سے بھرے ہوئے کھلیان اور چہچہاتے ہوئے پرندے اور ناز و رعنائی سے بھاگتے ہوئے چوپائے اور نہ معلوم کیا کیا کچھ بھرا پڑا ہے۔ مجھے اس وقت زمین کچھ ایسی خوبصورت نظر آئی کہ درندوں اور وحوش اور سانپوں اور بچھوؤں اور دوسرے زہریلے کیڑوں اور مچھروں اور طاعون کے چوہوں تک میں مجھے خوبصورتی ہی خوبصورتی نظر آنے لگی۔ میں نے خیال کیا کہ شیر بے شک وحشی جانور ہے اور کبھی کبھی انسانوں کو چیر پھاڑ کر کھا

جا تا ہے لیکن اگر شیر نہ ہوتا تو شیر افگن کہاں سے پیدا ہوتے۔ اگر بہادر شیر انسانوں کی بہادری کی آزمائش کیلئے نہ ہوتا تو بہادری کی آزمائش کا یہی ذریعہ رہ جاتا کہ لوگ بنی نوع انسان پر حملہ کر کے اپنی شجاعت کی آزمائش کرتے اور یہ جانور تو زندہ ہی نہیں مر کر بھی ہمارے کام آتا ہے اس کی چربی اور اس کے ناخن اور اس کی کھال علاجوں اور زینت وزیبائش میں کیسی کارآمد ثابت ہوتی ہے۔

مجھے سانپ کے زہر سے زیادہ اس کے گوشت کے فوائد نظر آنے لگے اور میں نے کہا کہ اگر سانپ نہ ہوتا تو ہمارے اطبّاء قرصِ افعی کہاں سے ایجاد کرتے؟ اور اگر بچھو نہ ہوتا تو یہ گردوں کی پتھریوں کے مریض آپریشن کے بغیر کس طرح آرام پاتے؟ میں نے مچھر کو صرف کثرتِ رطوبت کا ایک الارم پایا۔ بیچارا چھوٹا سا جانور کس طرح رات دن ہمیں بیدار کرتا اور بتاتا ہے کہ گھر میں نالیاں گندی رہتی ہیں شہر کی بدرَوئیں مَیلے سے بھری رہتی ہیں۔ لوگ پانی جیسی نعمت یونہی ضائع کر رہے ہیں غرض رات دن ہمیں اپنے فرض سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ جب ہم ہوشیار ہی نہیں ہوتے اور سُستی کا دامن نہیں چھوڑتے تو بیچارہ غصہ میں آکر کاٹتا ہے۔ بیماری اتنی مچھر سے پیدا نہیں ہوتی جتنی کثرتِ رطوبت سے، جتنی گندی نالیوں کے تعفّن سے، بدرووٴں کی غلاظت اور بے احتیاطی سے پھینکے ہوئے پانیوں سے۔ غرض مجھے ہر شَے میں اس کے پیدا کرنے والے کا حُسن نظر آنے لگا۔ ہر ذرّہ میں ازلی ابدی محبوب کی شکل نظر آنے لگی۔ مگر ناگاہ میری نظر آبادیوں کی طرف اُٹھ گئی اور میں نے دیکھا کہ لوگ پہاڑیوں، درختوں، پتھروں، دریاؤں، جانوروں کے آگے سجدے کر رہے ہیں اور مغز کو بھول کر چھلکے پر فدا ہو رہے ہیں۔ میری طبیعت مُنَغَّص [۷] ہو گئی اور میرا دل متنفر ہو گیا اور مجھے شیر، سانپ، بچھو تو الگ رہا مصفّٰی پانی میں بھی لاکھوں کیڑے نظر آنے لگے اور سبزہ زار مرغزاروں سے بھی سڑے ہوئے سبزے کی دماغ سوز بو آنے لگی اور میں نے دیکھا کہ یہ زمین تو ایک دن رہنے کے قابل نہیں۔ مجھے یوں معلوم ہوا گویا یہاں کی ہر شَے مُردہ ہے اور اس کے نظارے ایک بدکار بڑھیا کی مانند ہیں کہ باوجود ہزاروں بناوٹوں اور تزئینوں کے اس کی بدصورتی اور بدسیرتی چُھپ نہیں سکتی۔ مگر میں اسی حالت میں تھا کہ پھر وہی آواز بلند ہوئی پھر وہی شیریں دل میں چُبھ جانے والی آواز اونچی ہوئی اور اس نے کہا کہ یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے، سب کچھ انسان کے نفع کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ [۸] اس کے پہاڑ اور اس کے دریا اور اس کے چرند اور اس کے پرند اور اس کے میوے اور اس کے غلے سب کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اعمال میں تنوع پیدا ہو اور وہ ان امانتوں کے بہترین استعمال سے اپنے پیدا کرنے

والے کا قُرب حاصل کرے۔اس زمین کی اچھی نظر آنے والی اور بظاہر بُری نظر آنے والی سب اشیاء انسان کیلئے آزمائش ہیں۔ پس مبارک ہے وہ جو ان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کا قرب حاصل کرتا ہے۔اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ یوں معلوم ہوا گویا اس دنیا کے ذرہ ذرہ کے سر پر سے بوجھ اُتر گیا۔ یہی جہان ایک جنت نظر آنے لگا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگلے جہان کی جنت اس جنت کا ایک تسلسل ہے اور کچھ بھی نہیں۔ بہت سے لوگ جنہوں نے اس آواز کو سنا اپنی غلطیوں سے پشیمان ہو کر شرک و بدعت سے توبہ کر کے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف دوڑ پڑے۔ پھر دنیا خدا کے جلال کا ظہور گاہ بن گئی۔ پھر کسی کی تجلّیاں اس میں نظر آنے لگ گئیں اور میں نے ایک آہ بھر کر کہا کہ یہ آواز ہماری زمین کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

انسانیت کیلئے رحمت

جب میں نے تمام مخلوقات میں سے انسان کی عبادتوں کو دیکھا اور اس کی غلطیوں کے ساتھ اس کی توبہ پر نظر کی اور اس کی ناکامیوں کے ساتھ اس کی متواتر جدوجہد کا معائنہ کیا۔تو میرا دل خوشی سے اُچھل پڑا اور میں نے کہا اس خوبصورت دنیا میں ایسی اچھی مخلوق کیسی بھلی معلوم دیتی ہے' کس طرح دل کھینچتی ہے۔مگر جب میں اس سُرور سے متکیّف ہو رہا تھا' یکدم میری نگہ چند لوگوں پر پڑی جنہوں نے سیاہ جُبّے پہن رکھے تھے' جن کی بڑی بڑی داڑھیاں اور موٹی موٹی تسبیحیں اور سنجیدہ شکلیں انہیں مذہبی علماء ثابت کر رہی تھیں' ان کے گرد ایک جمگھٹا تھا کثرت سے لوگ ان کی باتوں کو سنتے اور ان سے متأثر ہوتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کے اکثر لوگ ان کی توجہ کا شکار ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ان کے چہروں سے علم کے آثار ظاہر تھے اور ان کی باتوں سے درد اور محبت کی بو آتی تھی۔انہوں نے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا کہ اے بدبخت انسانو! تم کیوں خوش ہو؟ آخر کس امید پر تم جی رہے ہو؟ کیا تم کو اس جہنم کے گڑھے کی خبر نہیں جو تمہارے آباء نے تمہارے لئے تیار کر رکھا ہے وہ نہ بجھنے والی آگ جو گندھک سے بھڑک رہی ہے' وہ تاریکی جس کے سامنے اس دنیا کی تاریکیاں روشنی معلوم ہوتی ہیں تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ پھر تم کیوں خوش ہو؟ تم کس منہ سے نجات کے طالب ہو اور تمہارا دل کس طرح اس کی تمنا کر سکتا ہے تم نہیں سمجھتے کہ پاک اور ناپاک کا جوڑ نہیں؟ اور ماضی کا بدلنا کسی کے اختیار میں نہیں۔تم میں سے کون ہے جو کہے کہ وہ پاک ہے؟ اور خدا تعالیٰ سے ملنے کا مستحق ہے؟ اور تم میں سے کون ہے جو کہے کہ وہ پاک ہو سکتا ہے؟ کیونکہ شریعت پاک نہیں ناپاک کرتی ہے۔[9] حکم فرمانبردار نہیں نافرمان بناتا ہے۔کون

ہے جو تمام حکموں پر عمل کر سکتا ہے؟ اور جس نے ایک ادنیٰ سے حکم کی بھی نافرمانی کی وہ باغی بن گیا۔ کیا عمدہ سے عمدہ شَے کو ایک قطرہ ناپاکی کا ناپاک نہیں کر دیتا؟ پھر تم کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ تم پاک ہو یا پاک ہو سکتے ہو کیا تم کو یاد نہیں کہ تمہارے باپ آدم نے گناہ کیا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو بھول گیا اور شیطان نے اس کو اور اس کی بیوی حوا کو جو تمہاری ماں تھی ورغلایا اور گنہگار کر دیا؟ [۱۰] تم جو ان کی اولاد ہو کس طرح خیال کر سکتے ہو کہ ان کے گناہ کے ورثہ سے حصہ نہ لو گے؟ کیا تم امید کرتے ہو کہ ان کی دولت پر تو قابض ہو جاؤ اور ان کے قرضے ادا نہ کرو؟ ان کی نیکیاں تو تم کو مل جائیں اور ان کے گناہ میں تم حصہ دار نہ بنو؟ اور جب گناہ تم کو ورثہ میں ملا ہے تو تم اس ورثہ کی لعنت سے بچ کیونکر سکتے ہو؟ تم خیال کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم کو معاف کر دے گا؟ نادانو! تم کو یاد نہیں کہ وہ رحم کرنے والا بھی ہے اور عدل کرنے والا بھی؟ اس کا رحم اس کے عدل کے مخالف نہیں چل سکتا۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری خاطر اپنے عدل کو بھول جائے؟

میں نے دیکھا ان کی تقریروں میں مایوسی کی لہر اس قدر زبردست تھی کہ امیدوں کے پہاڑ کو اُڑا کر لے گئی۔ جو چہرے خوشیوں سے تمتمارہے تھے حرمان ویاس سے پژمردہ ہو گئے۔ دنیا اور اس کے باشندے ایک کھلونا اور وہ بھی شکستہ کھلونا نظر آنے لگے مگر ذرا سانس لیکر ان علماء نے پھر گرج کر لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا مگر تم مایوس نہ ہو کہ جہاں تمہاری امیدوں کو توڑا گیا ہے وہاں ان کے جوڑنے کا بھی انتظام موجود ہے اور جہاں ڈرایا گیا ہے وہاں بشارت بھی مہیا کی گئی ہے۔ خدا کے عدل نے تم کو سزا دینی چاہی تھی مگر اس کے رحم نے تم کو بچا لیا اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا کہ تا وہ بے گناہ ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے اور سچا ہو کر جھوٹا قرار پائے۔ چنانچہ وہ مسیح کی شکل میں دنیا میں ظاہر ہوا اور یہود نے اسے بلا کسی گناہ کے صلیب پر لٹکا دیا اور وہ تمام ایمان لانے والوں کے گناہ اُٹھا کر ان کی نجات کا موجب ہوا [۱۱] پس تم اس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہ اٹھالے گا۔ اس طرح خدا کا عدل بھی پورا ہوگا اور رحم بھی اور دنیا نجات پا جائے گی۔

میں نے دیکھا کہ مایوسی پھر دور ہو گئی اور لوگ خوشیوں سے اچھلنے لگے اور ساری دنیا نے ایسی خوشی کی جس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی اور لوگ آئے اور صلیب کو جو اُن کی نجات کا موجب ہوئی روتے ہوئے چمٹ گئے۔ وہ بیتاب ہو کر کبھی اس کو بوسہ دیتے اور کبھی اس کو سینہ سے لگاتے اور ایک دیوانگی کے جوش سے انہوں نے اس چیز کا خیر مقدم کیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس جوش کے سرد ہونے پر بعض لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ یہ تو بے شک معلوم ہوتا ہے کہ

گناہ سے انسان بچ نہیں سکتا لیکن امید کا پیغام کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اگر خدا کے لئے عادل ہونا ضروری ہے تو اس کا بیٹا بھی ضرور عادل ہوگا اور اگر گناہ گار کے گناہ کو معاف کرنا عدل کے خلاف ہے تو بے گناہ کو سزا دینا بھی تو عدل کے خلاف ہے۔ پھر کس طرح ہوا کہ خدا کے بیٹے نے دوسروں کے گناہ اپنے سر پر لے لئے اور خدا نے اس بے گناہ کو پکڑ کر سزا دے دی؟ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ موت کو تو گناہ کی سزا بتایا گیا تھا جب گناہ نہ رہا تو موت کیونکر رہ گئی؟ گناہ کے معاف ہونے پر موت بھی تو موقوف ہونی چاہئے تھی۔ پھر بعض لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو اَب بھی گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔ اگر ورثہ کا گناہ دور ہو گیا تھا تو گناہ ہم سے باوجود بچنے کی کوشش کے کیوں ہو جاتا؟ جب بعض دوسروں نے ان کو دلیری سے یہ کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا کہ ہم سے بھی اور ہم سے بھی؟

پھر میں نے عالمِ خیال میں دیکھا کہ ان لوگوں نے کہا کہ خدا نے ہم کو کیوں پیدا کیا؟ انسانیت جو اس قدر اعلیٰ شَے سمجھی جاتی تھی کیسی ناپاک ہے؟ کس طرح گناہ سے اس کا بیج پڑا اور گناہ میں اس نے پرورش پائی اور گناہ ہی اس کی خوارک بنی اور گناہ ہی اس کا اوڑھنا اور بچھونا ہوا۔ ایسی ناپاک شَے کو وجود میں لانے کا مقصد کیا تھا؟ یہ جنت کیا شَے ہے؟ اور کس کے لئے ہے؟ کیونکہ ہم کو تو مایوسی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور دوزخ کے سوا کسی شَے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ وہ انہیں فکروں میں تھے کہ پھر وہی شیریں اور مست کر دینے والی آواز جو کئی بار پہلے دنیا کے عُقدے حل کر چکی تھی بلند ہوئی پھر اس آواز کی صداؤں سے پُر کیف نغمے پیدا ہو کر دنیا پر چھا گئے۔ پھر ہر شخص گوش بآواز ہو گیا۔ پھر ہر دل رجاء وامید کے جذبات سے دھڑکنے لگا وہ آواز بلند ہوئی اور اس نے دنیا کو اس بارہ میں طویل پیغام دیا جس کے مطلب اور مفہوم کو میں اپنے الفاظ میں اور اپنی تمثیلات سے ادا کرتا ہوں۔ اس نے کہا جو کسی کے دل میں ناامیدی پیدا کرتا ہے وہ اس کے ہلاک کرنے کا ذمہ دار ہے۔ [۱۲] ایمان کی کیفیت خوف وامید کی چار دیواری کے اندر ہی پیدا ہو سکتی ہے اور وہ بھی تب جب امید کا پہلو خوف پر غالب ہو۔ پس جو امید کو دور کرتا ہے وہ گناہ کو مٹاتا نہیں بڑھاتا ہے اور خطرہ کو کم نہیں زیادہ کرتا ہے۔ آدم نے بیشک خطا کی لیکن وہ ایک بھول تھی۔ [۱۳] دیدہ دانستہ گناہ نہ تھا۔ لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ باپ جو کچھ کرے بیٹے کو اس کا ورثہ ملے۔ اگر یہ ہوتا تو جاہل ماں باپ کے لڑکے ہمیشہ جاہل رہتے اور عالموں کے عالم۔ مسلول ماں باپ کے بچے ہمیشہ مسلول نہیں ہوتے۔ نہ کوڑھیوں کے بچے ہمیشہ کوڑھی ہوتے ہیں۔

بعض باتوں میں ورثہ ہے اور بعض میں ورثہ نہیں اور جہاں ورثہ ہے وہاں بھی خدا تعالیٰ نے ورثہ سے بچنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ اگر ورثہ سے بچنے کے سامان نہ ہوتے تو تبلیغ اور تعلیم کا مقصد کیا رہ جاتا؟ کافروں کے بچوں کا ایمان لے آنا بتاتا ہے کہ ایمان کے معاملہ میں خدا تعالیٰ نے ورثہ کا قانون جاری نہیں کیا۔ اگر اس میں بھی ورثہ کا قانون جاری ہوتا۔ تو مسیح کی آمد ہی بے کار جاتی۔ اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو نیک طاقتیں دے کر پیدا کیا ہے پھر بعض انسان ان حالتوں کو ترقی دیتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں اور بعض ان کو پاؤں میں روند دیتے ہیں اور نامراد ہو جاتے ہیں۔ قانونِ شریعت بے شک سب کا سب قابلِ عمل ہے لیکن نجات کی بنیاد عمل پر نہیں ایمان پر ہے جو فضل کو جذب کرتا ہے۔ عمل اس کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور نہایت ضروری لیکن پھر بھی وہ تکمیل کا ذریعہ ہے اور ذریعہ کی کمی سے چیز کا فقدان نہیں ہوتا۔ بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے لیکن پانی سے وہ بڑھتا ہے ایمان بیج ہے اور عمل پانی جو اُسے اُوپر اُٹھاتا ہے۔ خالی پانی سے درخت نہیں اُگ سکتا لیکن بیج ناقص ہو اور پانی میں کسی قدر کمی ہو جائے، تب بھی درخت اُگ آتا ہے۔ کسان ہمیشہ پانی دینے میں غلطیاں کر دیتے ہیں لیکن اس سے کھیت مارے نہیں جاتے۔ جب تک بہت زیادہ غلطی نہ ہو جائے انسانی عمل ایمان کو تازہ کرتا ہے اور اس کی کمی اس میں نقص پیدا کرتی ہے لیکن اس کی ایسی کمی جو شرارت اور بغاوت کا رنگ نہ رکھتی ہو اور حد سے بڑھنے والی نہ ہو، ایمان کی کھیتی کو تباہ نہیں کر سکتی اور شرارت و بغاوت بھی ہو تو خدا کا عدل توبہ کے راستہ میں روک نہیں۔ عدل اس کو نہیں کہتے کہ ضرور سزا دی جائے، بلکہ اس کو کہتے ہیں کہ بے گناہ کو سزا نہ دی جائے۔ پس گناہ گار کو رحم کر کے بخشنا اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کے مخالف نہیں عین مطابق ہے۔ اگر عدل کے معنی یہ ہوں کہ ہر عمل کی عمل کے برابر جزا ملے تو بخشش اور نجات کے معنی ہی کیا ہوئے؟ اس طرح تو نہ صرف گناہ کا بخشنا عدل کے خلاف ہوگا بلکہ عمل سے زیادہ جزا دینا بھی عدل کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ عدل کے معنی برابر کے ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہو تو کسی شخص کو اس کی عمر کے برابر ایام کے لئے ہی نجات دی جا سکتی ہے اور وہ بھی اس کے اعمال کے وزن کے برابر۔ مگر اسے کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا پھر نہ معلوم خدا تعالیٰ کی رحمت کو اس مسئلہ سے کیوں محدود کیا جاتا ہے؟ اس نے کہا خدا مالک ہے اور مالک کیلئے انعام اور بخشش میں کوئی حد بندی نہیں۔ وہ بیشک وزن کرتا ہے لیکن اس کا وزن اس لئے ہوتا ہے کہ کسی کو اس کے حق سے کم نہ ملے، نہ اس لئے کہ اس کے حق سے زیادہ نہ ملے۔ مسیح بیشک بے گناہ انسان اور خدا کا رسول تھا لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ وہ دوسروں

کا بوجھ اُٹھا لے گا۔ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنی صلیب خود ہی اٹھانی ہوگی اور جو خود اپنی صلیب نہ اٹھا سکے گا وہ نجات بھی نہ پا سکے گا۔ سوائے اس کے کہ خدا کے فضل کے ماتحت اس کی بخشش ہو اور خدا تعالیٰ خود کسی کا بوجھ اُٹھالے۔ پس یہ مت کہو کہ انسان فطرتاً ناپاک ہے ہاں وہ جو خدا کی دی ہوئی خلعت کو خراب کر دے وہ ناپاک ہے ورنہ خدا کے بندے اس کے قُرب کے مستحق ہیں اور قُرب پا کر رہیں گے۔

مَیں نے دیکھا اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ دلوں کی کھڑکیاں کُھل گئیں۔ خالق اور مخلوق کے تعلقات روشن ہو گئے اور مایوسیاں امید سے بدل گئیں لیکن ساتھ ہی خشیتِ الٰہی امید کے ہم پہلو آ کر بیٹھ گئی اور ہر غلط اتّکال اور نامناسب استغناء کا دروازہ بند ہو گیا۔ جو ہمت ہار بیٹھے تھے، وہ ازسرِ نو شیطان سے آزادی کی جدوجہد میں لگ گئے اور جو حد سے زیادہ امید لگائے بیٹھے تھے اور دوسروں پر اپنا بوجھ لادنے کی فکر میں تھے، انہوں نے دوڑ کر اپنے بوجھ اپنے کاندھوں پر رکھ لئے۔ دنیا کی بے چینی دور ہو گئی اور اطمینان دلوں میں خیمہ زن ہو گیا اور اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ انسانیت خوشی سے اچھل رہی تھی۔ میرے دل سے پھر ایک آہ نکلی۔ ویسی ہی جیسے ایک معشوق سے دور پڑے ہوئے عاشق کے سینے سے نکلتی ہے۔ میں نے دُور اُفق میں بُعدِ زمانی کی غیر متناہی روکوں کو دیکھا اور حسرت سے سر نیچے ڈال دیا۔ پھر جذبات سے بھرے ہوئے دل سے میری زبان سے نکلا۔ یہ آواز انسانیت کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

نسلِ انسانی کیلئے رحمت

میرے دل میں خیال گذرا کہ جس طرح یہ آواز انسانیت کیلئے رحمت ثابت ہوئی ہے کیا انسانوں کیلئے بھی رحمت ہے؟ کیا انسان جسمانی لحاظ سے بھی اس سے کوئی نفع حاصل کرتا ہے اور اس کا محتاج ہے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ میں نے دیکھا کچھ لوگ خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں اور رات اور دن اسی حالت میں عبادت کرتے ہیں اور میں نے کچھ اور کو دیکھا کہ سخت سردی میں سرد پانیوں میں کھڑے ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور ایک اور جماعت کو میں نے گرمی میں بڑے بڑے الاؤ جلا کر ان میں بیٹھے ہوئے یادِ محبوب میں ہوش و حواس سے گم پایا اور بعض کو میں نے دیکھا کہ انہوں نے عہد کر لیا کہ ہم شادیاں نہیں کریں گے اور عورت خاوند کا اور مرد بیوی کا منہ نہ دیکھے گا اور بعض نے کہا کہ وہ اچھی چیزیں نہیں کھائیں گے بلکہ ہر سال اپنی مرغوب اشیاء میں سے بعض کو ترک کرتے چلے جائیں گے۔ میں نے ان لوگوں کو اس حال میں

دیکھا اور میرا دل تردّد میں پڑ گیا۔ ایک طرف ان کی شاندار قربانی مجھے ان کی قدر دانی پر مائل کرتی تھی اور دوسری طرف میرا دل سوال کرتا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ نے تمام حسن اور خوبی اس لئے پیدا کی ہے کہ اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور اسے ترک کیا جائے؟ اور کیا اس سے خود اللہ تعالیٰ پر اعتراض نہیں آتا کہ اس نے سب کچھ سلبی فائدے کیلئے پیدا کیا ہے؟ اور حقیقی فائدے کیلئے کچھ بھی نہیں۔ میں اسی فکر میں تھا کہ میں نے پھر وہی آواز بلند ہوتی ہوئی سنی۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے اس آواز کے مالک کی نگاہ دلوں کی گہرائیوں تک پہنچتی ہے اور انسانی فطرت کی گہرائیاں اس پر روشن ہو جاتی ہیں یا جیسے کوئی دلوں کی واقف اور انسانی خواہشات سے آگاہ ہستی سب کچھ دیکھ کر اسے بتاتی جاتی ہے اور میں نے اس آواز کو جس کی شیرینی کو کوئی شیرینی نہیں پہنچ سکتی اور جس کی دلکشی کے مقابل دنیا کے سارے راگ بے لطف نظر آتے ہیں' یہ کہتے ہوئے سنا کہ نادانو! تمہارے ظاہری تقدس تمہارے کام نہیں آ سکتے۔ تقدس یہ نہیں کہ تم اپنے جسم کو تکلیف دو۔ تقدس یہ ہے کہ تمہارے دل صاف ہوں اور بہادر وہ نہیں جو مخالفت سے خائف ہو کر بھاگ جائے۔ بہادر وہ ہے جو مخالفت کے میدان میں کھڑا ہو کر دشمن کی بات تسلیم نہ کرے۔ خدا نے جس چیز کو پاک بنایا ہے اس سے گناہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ گناہ تو خدا کے بتائے ہوئے حدود کو توڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اے نادانو! کیا تم یہ نہیں سوچتے کہ خدا تعالیٰ نے تم پر اپنے ہی حق تو مقرر نہیں کئے۔ جب اس نے تم کو مدنی الطبع بنایا ہے تو اس نے تم پر اپنے دوستوں کے بھی اور اپنے ہمسایوں کے بھی اور اپنی قوم کے بھی بلکہ اپنے نفس کے بھی حق رکھے ہیں۔ تم ان سب حقوق کو چھوڑ کر اگر رہبانیت کی زندگی بسر کرتے ہو تو تم ایک نیکی کے ارادے سے دس بدیوں کے مرتکب ہوتے ہو اور گناہ کی دلدل سے نکلنے کی بجائے اس میں اور بھی پھنس جاتے ہو۔ تمہارا شادیاں نہ کرنا تم میں عفت نہیں پیدا کرتا۔ اگر نسلِ انسانی کے فنا کا ہی نام نیکی ہوتا تو خدا تعالیٰ انسان کو پیدا ہی کیوں کرتا؟ کیا تم اس کام میں نقص نکالتے ہو جو خدا تعالیٰ نے کیا؟ اور اس کی پیدائش میں تغیر کرتے ہو۔ یاد رکھو کہ نیکی یہ نہیں کہ تم نفس کو بلا وجہ دکھ دو۔ اور دروازوں کی موجودگی میں دیواریں پھاند کر آؤ۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی بتائی ہوئی حد بندیوں کے اندر استعمال کرو۔ تا تمہارے اندر صالح خون پیدا ہو اور تم نیک اعمال پر قادر ہو جاؤ۔

میں نے دیکھا یہ بات اس قدر خوبصورت اور یہ نصیحت ایسی پاکیزہ تھی کہ انسانوں کے مرجھائے ہوئے چہروں پر رونق آ گئی اور وہ وحشت زدہ مخلوق جو اپنے سایوں سے بھی ڈر کر

بھاگتی تھی اس نے پھر انسانیت کا جامہ پہن لیا اور خدا کی بنائی ہوئی خوبصورتی کو ایک نئی نگہ سے دیکھنا شروع کیا۔ وہ جو ہر شَے کو اپنا دشمن سمجھتے تھے اور ہر حسن میں شیطان کا ہاتھ پوشیدہ دیکھتے تھے اور دنیا کو دشمنوں سے گھِرا ہوا خیال کرتے تھے اور اپنے آپ کو تنِ تنہا سمجھتے ہوئے بوکھلائے ہوئے پھرتے تھے۔ میں نے دیکھا ان کے چہروں سے اطمینان ظاہر ہونے لگا۔ بجائے ہر چیز کو زہر خیال کرنے کے تریاق کی خوبیاں بھی انہیں نظر آنے لگیں اور بجائے اپنے آپ کو دشمنوں میں گھِرا ہوا محسوس کرنے کے وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر ان کے مددگار پیدا کئے ہیں اور ہر پڑاؤ پر ان کی رہنمائی کے لئے علامتیں لگائی ہیں۔ تب انہوں نے اپنی جلد بازیوں پر ندامت کا اظہار کیا اور اپنی بیوقوفیوں پر افسوس کا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگے کہ اس نے دنیا کو ہمارے دشمنوں سے نہیں بھرا بلکہ دوستوں سے معمور کیا ہے اور شکر و امتنان کے جذبہ سے متأثر ہو کر اپنے مربی اور اپنے ہادی کے آگے سجدہ میں گر گئے۔ میرے دل سے اس پر پھر ایک آہ نکلی اور میں نے کہا کہ یہ آواز نسلِ انسانی کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

گذشتہ انبیاء کیلئے رحمت

جب میں نے محسوس کر لیا کہ انسان فطرۃً نیک ہے اور اس میں اعلیٰ ترقیات کے جوہر مخفی ہیں اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں غیر محدود ہیں تو میں نے کہا کہ آؤ دیکھیں انسان نے کیسے کیسے باکمال وجود پیدا کئے ہیں اور نسل انسانی کے اعلیٰ نمونوں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں انہوں نے کن کن کمالات کو حاصل کیا ہے اور کن بلندیوں تک پرواز کی ہے اور میں عالمِ خیال میں ہندوؤں کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ سب سے قدیم قوم ہیں اور آپ کا مذہب سب سے پرانا ہے۔ کیا آپ کے مذہب میں کوئی باکمال لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں؟ مجھے یہ سنکر خوشی ہوئی کہ ہندو قوم میں بڑے بڑے باکمال لوگ گذرے ہیں۔ میرے سامنے انہوں نے ویدوں کے رشیوں کی تعریف کی' منوجی کی خبر دی' بیاس جی سے آشنا کیا' کرشن جی کے حالات سنائے' رامچندر جی کے واقعات سے آگاہ کیا اور میرا دل ان کی باتوں کو سن کر اور ان کی دنیا کو نیک بنانے کی جدوجہد کو معلوم کر کے بہت ہی لطف میں آیا۔ تب میں نے ان سے سوال کیا' آپ کے ہمسایہ میں بدھ مت والے بستے ہیں کچھ ان کے بانی کی نسبت بھی مجھے خبر دیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو ایک دھوکا خوردہ انسان تھے' کچھ ایسے خدا رسیدہ آدمی نہ تھے۔ میں نے کہا کسی اور قوم کے بزرگ کا حال بتائیں لیکن انہوں نے یہی کہا کہ ہمارا مذہب سب سے قدیم ہے اور خدا تعالیٰ

نے سب ہدایت ہمارے بزرگوں کی معرفت دنیا کو دے دی ہے۔اس کے بعد اسے کسی اور الہام کے بھیجنے اور معرفت کا رستہ بتانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تب مَیں بدھ مت والوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے اس مذہب کے بانی کے حالات پوچھے۔انہوں نے بدھ جی کے حالات جو سنائے وہ ایسے دلکش اور مؤثر تھے کہ میرا دل بھر آیا اور ان کی محبت میرے دل میں گڑ گئی اور میں نے کہا کہ آپ کے مذہب کے بانی واقع میں بڑے آدمی تھے۔انہوں نے خود دکھ برداشت کئے اور دوسروں کو سکھ دیئے' خود تکالیف برداشت کیں اور دوسروں کو آرام پہنچایا' اپنی زندگی کی ہر گھڑی کو بنی نوع انسان کی خیرخواہی میں صرف کیا' ان کے حالات بالکل کرشن جی اور رامچندر جی کی طرح کے ہیں اور وہ بھی انہی کی طرح آسمان روحانیت کے چمکتے ہوئے ستارے ہیں' پھر نہ معلوم ہندو لوگ ان کو کیوں اچھا نہیں سمجھتے اور ان کے حسن کی قدر نہیں کرتے۔انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو غلطی لگی ہے۔ ہمارے گوتما بُدھ اور رامچندر جی اور کرشن جی میں کوئی مناسبت نہیں آپ جو کچھ کرشن جی اور رامچندر جی کی نسبت سنتے ہیں' وہ تو قصے اور کہانیاں ہیں۔ ہندوؤں کے بزرگ ہمارے مذہب کے بانی کی حقیقت تک کہاں پہنچ سکتے تھے۔ میں نے ہر چند اصرار کیا کہ دونوں قوموں کے بزرگوں کے حالات آپس میں مشابہ ہیں اور ان کے مخالفوں کے بھی لیکن بدھ مت کے لوگ نہ مانے اور نہ مانے۔اور میں زرتشتیوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھا کہ کیا ان میں بھی کوئی بزرگ گزرا ہے؟ زرتشتیوں نے اپنے بزرگ زرتشت کے احوال سنائے جن کو سن کر میرے دل کی کلی کِھل گئی اور میرا سینہ خوشی سے بھر گیا کیونکہ اس مردِ نیک سیرت کی زندگی ایک اعلیٰ درجہ کا سبق تھی' بدی کے خلاف اس کی جدوجہد' نیکی کے قیام کیلئے اس کی مساعی' بندوں کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیر لانے کیلئے اس کی تگ و دَوْ کچھ ایسی شاندار تھی کہ منجمد خون میں بھی حرارت پیدا ہوتی تھی' ساکن دل بھی حرکت کرنے لگتا تھا۔ میں نے ان کے احوال معلوم کئے اور بہت ہی فائدہ حاصل کیا۔ میں نے کہا وہ بالکل کرشن' رامچندر' بدھ کا نمونہ تھے اور واقع میں اس قابل کہ ان کے نمونہ سے فائدہ اُٹھایا جائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی جائے لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ان کے ماننے والوں نے اس بات کو بہت ہی بُرا مانا اور اس قول میں اپنے بزرگ سردار کی ہتک محسوس کی اور کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ہندوؤں کا تعلق تو بدارواح سے ہے۔آپ نے نہیں سنا کہ ان کا تعلق دیوتا سے ہے اور اِندر سے اور اگر آپ ہماری کتب پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بدارواح کے نام ہیں۔ پھر آپ نے کس طرح ان لوگوں کے

بزرگوں کو ہمارے آقا سے مشابہت دی۔ میری حیرت جو دوسری اقوام کے رویہ سے پہلے ہی ترقی پر تھی اور بھی بڑھ گئی اور میں تعجب و حیرت سے دوسری قوموں کی طرف متوجہ ہوا۔ میں نے یہود کو مخاطب کیا اور ان سے ان کے بزرگوں کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے ایک لمبا سلسلہ بزرگوں کا پیش کیا' انہوں نے دنیا کی ابتدا آدم سے بیان کی اور نوحؑ کے طوفان اور ان کی فتوحات کا ذکر کیا' پھر ابراہیمؑ اور اس کی کامیابیوں اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ اور داؤدؑ اور یسعیاہؑ اور عزراؑ اور ان کے علاوہ بیسیوں اور بزرگوں کے کارناموں کا ذکر کیا۔ انہوں نے خصوصیت سے موسیٰؑ کا ذکر کیا کہ وہ بہت بڑے نبی تھے اور ان کے ذریعہ سے دنیا میں شریعت تکمیل کو پہنچی اور انہوں نے کہا کہ ان کی شریعت کے احکام ایسے کامل ہیں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں کوئی شخص ان کا ایک شُعشہ بھی مٹا نہیں سکتا۔ میں نے دیکھا اس سلسلہ میں ابراہیم اور موسیٰؑ اور داؤد خاص شان کے انسان تھے' ابراہیمؑ کے حالات تو ایسے تھے کہ دل محبت اور پیار کے جذبات سے لبریز ہو جاتا تھا اور موسیٰ کی قومی تربیت کی جدوجہد اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایک بچہ کی سی سادگی کے ساتھ ایسا رجوع ایسا دلکش نظارہ تھا کہ وہاں سے ہلنے کو دل نہ چاہتا تھا مگر داؤد کا عشق بھی کچھ کم ولولہ انگیز نہ تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ داؤد کے ہر ذرّہ میں محبت کی بجلی سرایت کر گئی تھی اور ان کی آواز کی ہر لہر میں موسیقی کی روح ناچتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ان کے دردانگیز نوحے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کی گہرائیوں کا پتہ دیتے تھے بلکہ ان کے عشقیہ گیتوں میں ایک ایسے معشوق کی محبت کا بھی اظہار تھا جو ابھی دنیا میں پیدا نہ ہوا تھا مگر اہلِ بصیرت لوگوں کو اس کی انتظار تھی اور وہ اپنی روحانی آنکھوں سے ہی دیکھ کر اس کے عاشق ہو رہے تھے۔ مجھے موسیٰ کی باتوں میں بھی یہ جھلک نظر آئی مگر وہاں ایک فلسفی بولتا ہوا مجھے دکھائی دیا اور داؤد کے نغموں میں عشق کا ترنم اور محبت کا سوز پایا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا' داؤد نے ایک ہی وقت میں سورج چاند کو دیکھا۔ کبھی ایک کے جلال کو دیکھتے اور کبھی دوسرے کے جلال کو۔ وہ ایک کی قوتِ عاکسہ پر عَش عَش کرتے تو دوسرے کی قوتِ مُنعکسہ پر۔ میری روح یہود کے بزرگوں کے حالات معلوم کر کے بے حد مسرور ہوئی اور میں نے خیال کیا یہاں سے مجھے میری بے چینی کا علاج ملے گا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کا خیال ہندوؤں اور بُدھوں اور زرتشتیوں کے بزرگوں کے متعلق کیا ہے؟ میری حیرت کی حد نہ رہی جب انہوں نے بھی مجھے یہ جواب دیا کہ آپ ان لوگوں کے دھوکا میں نہ آئیں' وہ سب گمراہ لوگ تھے۔ الہام تو صرف عبرانی میں ہو

سکتا ہے، خدا تعالیٰ کی زبان بھی عبرانی ہے اور جنت کی زبان بھی عبرانی اور فرشتے بھی عبرانی زبان ہی بولتے ہیں اور ان لوگوں کا دعویٰ تو سنسکرت اور پراکرت اور پہلوی زبانوں میں الہام کا ہے، ان کے دعوے تو بالبداہت غلط ہیں۔ بعض لوگوں نے احتجاج کیا کہ شیطان کی زبان بھی تو آپ کے نزدیک عبرانی تھی۔ پھر جب شیطان سنسکرت، پراکرت اور پہلوی جاننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈال لیتا تھا تو فرشتے نیک باتیں کیوں نہیں ڈال سکتے تھے؟ اور جب کہ وہ لوگ بھی خدا تعالیٰ کی مخلوق تھے تو ان کے لئے خدا تعالیٰ نے کیا کیا؟ مگر انہوں نے ان باتوں کی طرف توجہ نہ کی اور کہا سب مخلوق ایک سی نہیں ہوتی۔ ہم خدا کی چنیدہ قوم ہیں، ہم اور دوسرے برابر نہیں ہو سکتے۔ میرا دل پھر اندر ہی اندر بیٹھنے لگا۔ مجھے پھر نور غائب ہوتا ہوا اور تاریکی پھیلتی ہوئی نظر آئی اور میں افسردہ دلی سے مسیحیوں کی طرف مخاطب ہوا۔ میں نے عالمِ خیال میں ان سے بھی مسیح کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے جو حالات ان کے سنائے وہ ایسے دردناک تھے کہ میری آنکھوں میں بار بار آنسو آ جاتے تھے میں نے کہا بیشک یہ بزرگ بھی بالکل دوسری اقوام کے بزرگوں کی طرح بہت بڑے پایہ کے تھے مگر میری اس بات سے خوش ہونے کی بجائے وہ لوگ ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ دوسرے بزرگوں کا ذکر نہ کریں یہود سے باہر تو کوئی بزرگ ہوا ہی نہیں اور یہود کے بزرگ بھی گو خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے مگر سب کے سب گنہگار تھے۔ آدمؑ سے لے کر ملاکی تک بلکہ یحیٰی تک ایک بھی پاک نفس نہیں گذرا [۱۴] پاکیزگی صرف خدا کے بیٹے کو حاصل ہے جو مسیح کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ میں نے کہا اور باقی قومیں؟ انہوں نے کہا وہ مسیح پر ایمان لا کر بچ سکتی ہیں۔ میں نے کہا۔ مسیح کے بعد کے لوگ تو اس طرح بچ سکتے ہیں پہلے لوگ کرشنؑ، رامچندرؑ، بدھ اور زردتشت جیسے لوگ؟ وہ نیکیوں کے مجسمے، وہ تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویریں ان کا کیا حال ہے؟ انہوں نے افسوس سے سر ہلایا اور کہا کوئی ہو نجات وہی پائے گا جو مسیح کی بیگناہ موت پر ایمان لاتا ہے۔ چونکہ مسیح کی قوم آخری قوم تھی میرا دل مایوسی سے بھر گیا اور میں نے کہا خدایا! یہ کیا بات ہے تُو نے حُسن ہر جگہ پیدا کیا ہے لیکن ہر جگہ کی قوم دوسری جگہ کے حُسن کو نہیں دیکھ سکتی۔ کیا یہ حُسن ہی نہیں جسے میں حُسن سمجھ رہا ہوں۔ یا لوگوں کی نظروں کو کچھ ہو گیا؟ میں اسی خیال میں تھا کہ پھر مجھے وہی پیاری آواز، وہ مشکل کشا آواز، وہ سیدھا راستہ دکھانے والی آواز بلند ہوتی سنائی دی۔ اس نے کہا سنو اے دنیا کے بُھولے ہوئے لوگو! دنیا کی کوئی قوم نہیں جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی نہ آئے ہوں۔ [۱۵] خدا تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ

ہے کسی خاص قوم کا ربّ نہیں وہ ظالم نہیں اور ہوشیار کرنے کے بغیر سزا نہیں دیتا۔ پھر کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس کے عذاب تو ہر ملک میں آتے لیکن نبی ہر ملک میں نہ آتے؟ خدا تعالیٰ کی کوئی زبان نہیں۔ وہ زبانوں کا پیدا کرنے والا ہے' اس کا الہام بندوں کی زبان میں نازل ہوتا ہے جس قوم کو وہ مخاطب کرتا ہے اسی کی زبان میں وہ کلام کرتا ہے۔ کہ لوگ اس کی نازل کردہ ہدایتوں کو سمجھیں۔ خدا کے سب نبی برگزیدہ اور پاک تھے۔ ان میں تمہارے لئے نمونہ ہے جو ان میں سے ایک کا بھی انکار کرتا ہے خدا تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ جاتا ہے اور جو ان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے' برکت پاتا ہے اور ہدایت حاصل کرتا ہے۔ میری روح اس آواز کو سن کر خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئی اور میں نے کہا اے پیارے مالک! اگر یہ آواز تیری طرف سے بلند نہ ہوتی تو میں تو تباہ ہو جاتا۔ مجھے تُو نے حُسن کو پہچاننے کا مادہ دیا ہے۔ اندھا حُسن سے بے خبر رہ کر دنیا کی اس کیفیت سے متأثر ہوئے بغیر رہ سکتا تھا جو میں نے دیکھی لیکن میں جسے تو نے آنکھ دی تھی اگر اس آواز کو نہ سنتا تو دیوانہ ہو جاتا' پاگلوں کی طرح کپڑے پھاڑ کر جنگلوں میں نکل جاتا' مجھے تو کرشنؑ' رامچندرؑ' بدھؑ' زرتشتؑ' موسیٰؑ' عیسیٰؑ میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ میرے لئے یہ عُقدہ لَایَنْحَلْ تھا کہ حسن موجود ہے لیکن لوگ اسے نہیں دیکھتے مگر تیرا شکر اور احسان ہے کہ تو نے اس آواز کو بلند کیا۔ میرا دل اس وقت اس آواز والے کی محبت سے بھی اس قدر لبریز ہوا کہ میں نے سمجھا میرے صبر کا پیالہ ابھی چھلک جائے گا۔ میرے سینہ سے پھر ایک آہ نکلی اور میں نے کہا کہ یہ آواز تو سب دنیا کے بزرگوں کیلئے ایک رحمت ثابت ہوئی اور میں نے بیتاب ہو کر اس آواز کے مالک کے دامن کو پکڑنا چاہا۔ لیکن میرے اور اس کے درمیان تیرہ صدیوں کا پردہ حائل تھا۔ ایک قابو میں نہ آنے والا ماضی' ایک بے بس کر دینے والا گزشتہ زمانہ۔ آہ! اے عزیزو! میں تم کو کیا بتاؤں اس وقت میرا کیا حال تھا۔ ایک پیاس سے مرنے والے آدمی کے منہ سے پانی کا گلاس لگا کر جس طرح کوئی روک لے وہ اس کی خنکی کو تو محسوس کرے لیکن اس کی تراوت اس کے حلق کو نہ پہنچے' بالکل میرا یہی حال تھا۔ مجھے یوں معلوم ہوتا تھا اس آواز کا صاحب بالکل میرے پاس ہے اور باوجود اس کے اُس کے اور میرے درمیان تیرہ صدیوں کا لمبا بُعد تھا میں اس کے دامن کو چُھوتا تھا مگر پھر بھی پکڑ نہیں سکتا تھا۔ اُس وقت میرا دل چاہتا تھا کہ اگر مجھے داؤد نبی مل جائیں تو میں انہیں پکڑ کر گلے لگا لوں اور پھر خوب روؤں وہ مستقبل کے گلے کریں اور میں ماضی کے شِکوے۔ کیونکہ انہیں اس امر کا شکوہ تھا کہ وہ اس محبوب سے تیرہ سَو سال پہلے کیوں پیدا ہو گئے؟

اور مجھے اس کا افسوس کہ میں تیرہ سَو سال بعد میں کیوں پیدا ہوا؟

پہلی کتب کیلئے رحمت

میں نے بزرگانِ دین کی طرف توجہ کرنے کے بعد پہلی کتب کی طرف نگاہ کی اور میں نے خیال کیا کہ بزرگ فوت ہو چکے ان کے کارنامے لوگوں کے سامنے نہیں اور شاید انسان انسان سے حَسَدْ بھی کرتا ہے ممکن ہے حَسَدْ اور بُغض کی وجہ سے لوگوں نے ان بزرگوں کی قدر نہ کی ہو۔ اور چھوٹے لوگ بڑے لوگوں کی باتوں میں آ گئے ہوں' اس لئے آؤ ہم ان کتب پر نظر ڈالیں جو آسمانی کہلاتی ہیں اوران کی قدر و قیمت کا اندازہ لگائیں۔ میں نے ویدوں پر نِگہ کی اوران میں بعض ایسے شاندار خیالات دیکھے' ایسے پاکیزہ جواہر پارے دریافت کئے کہ میرے دل نے تسلیم کر لیا کہ ان کو پیش کرنے والے رِشی مُنی خدا تعالیٰ سے ہی سیکھ کر یہ باتیں پیش کرتے تھے۔ اس کے کئی حصے میری سمجھ میں نہیں آئے لیکن میں نے سمجھا اتنے لمبے عرصہ میں انسانی دست بُرد بھی کتابوں کو کچھ کا کچھ بنا دیتی ہے بہرحال ان میں مندرج خیالات کی عام رَو نہایت پاکیزہ تھی۔ پھر میں نے گوتم بُدھ کی پیش کردہ تعلیم کو دیکھا تو اصولی طور پر اس کو بہت سے حُسن سے پُر پایا۔ اگر ویدوں میں محبتِ الٰہی کے جلوے نظر آ رہے تھے تو بدھ کی تعلیم میں خدا تعالیٰ پر اتّکال اور اخلاقِ فاضلہ کے خوبصورت اصل نظر آئے۔ بیشک ان کی تعلیم میں بھی بہت سی باتیں میری عقل کے خلاف تھیں مگر اصولی طور پر میں اس امر کو سمجھ سکتا تھا کہ وہ تعلیم آسمانی منبع سے ہی نکلی ہے اور انسانی عقل اس کا سرچشمہ نہیں۔ گو یہ حق ہے کہ انسان نے بعد میں کَتَر بیُونَت سے اس کے حسن کو کم کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔ اس کے بعد مَیں زرتشت کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں مَیں نے نہ صرف اخلاق کی اعلیٰ تعلیم پائی بلکہ تدبیر کا پہلو نہایت روشن طور پر کام کرتا ہوا نظر آیا۔ بدھ میں صوفیت کی روح کام کر رہی تھی لیکن زرتشت میں ایک معلم کی جو ایک بچہ کی کمزوریاں دیکھ کر اس کو تفصیلی ہدایات دیتا ہے جن سے اُس کے لئے اپنا کام عمدگی سے پورا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ میں نے اس میں دوسری تعلیمات کے مقابلہ کی نسبت معاد پر زیادہ زور پایا اور اس میں یہ روح کام کرتی ہوئی دیکھی کہ زیادہ اس خیال میں نہ پڑو کہ تم کس طرح پیدا ہوئے؟ تم کدھر جا رہے ہو اور مستقبل میں تم سے کیا پیش آنے والا ہے اس کا زیادہ خیال کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ تعلیم جنت اور دوزخ اور عالَمِ برزخ اور حساب اور توبہ اور گناہوں کی فلاسفی وغیرہ کے خیالات سے لبریز تھی اور گو اس میں بھی انسانی دست اندازی کے اثر ہَویدا تھے لیکن یہ امر بھی بالبداہت ثابت ہوتا تھا کہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ کی

طرف سے تھا اور زرتشت ایک عمدہ گویے نہ تھے جو فطرت کے رازوں کو ظاہر کر رہے ہوں بلکہ خود ایک نَے تھے جس میں دوسرا شخص اپنی آواز ڈالتا ہے اور جس سُر کے اظہار کیلئے چاہتا ہے اسے کام میں لاتا ہے۔ پھر میں نے تورات اور اس کے ساتھ کی کتب پر نگاہ کی اور انہیں خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار اور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات کے خیالات سے پُر پایا۔ میں نے دیکھا کہ ان کتب میں اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حکومت اور ان کی مشکلات میں ان کی رہنمائی پر خاص زور تھا اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا تھا گویا خدا تعالیٰ کوئی الگ بیٹھی ہوئی ہستی نہیں بلکہ وہ ایسا بادشاہ ہے جو روزمرہ اپنے بندوں کے کام کا جائزہ لیتا ہے اور شریر کو سزا دیتا اور نیک کو انعام دیتا ہے اور ان کی غلطیوں پر تنبیہہ کرنے کیلئے تازہ بتازہ احکام بھیجتا رہتا ہے۔ میں نے اس مجموعہ میں یہ نیا امر دیکھا کہ جہاں گزشتہ کتب تعلیم پر زیادہ زور دیتی تھیں اور معلم کو نظر انداز کر دیتی تھیں وہاں اس مجموعہ میں معلموں کی شخصیتیں نہایت نمایاں نظر آتی تھیں اور تعلیم سے کم معلم کی شخصیت پر زور نہ تھا اور اسی اصل کے ماتحت اس کتاب میں ایک یا دو معلموں کے ذکر پر بس نہیں کی گئی تھی بلکہ معلموں کی ایک لمبی صف تھی جو ہر وقت تعلیم کے صحیح مفہوم کو سمجھانے کیلئے استاد نظر آتی تھی۔ اس شریعت میں بھی زرتشتی کتاب کی طرح تفصیلاتِ تعلیم پر خاص زور تھا اور گو اس میں بھی انسانی ہاتھ کی دخل اندازی صاف ظاہر تھی لیکن میں نے دیکھا کہ آسمانی نور کی روشنی اس قدر درخشاں تھی کہ کوئی نابینا ہی اس کے دیکھنے سے قاصر رہے تو رہے۔ پھر میں نے انجیل کی طرف نگاہ کی اور اسے گو میں ایک کتاب تو نہیں کہہ سکتا کیونکہ مسیح کے اقوال اور تعلیمیں اس میں بہت ہی کم نقل تھیں، زیادہ تر اس کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی تھی، لیکن پھر بھی اس میں روحانیت کی جھلک تھی اور جو تھوڑی سی تعلیم مسیح کی طرف منسوب کر کے اس میں لکھی گئی تھی، وہ نہایت اعلیٰ اور دلکش تھی۔ اس کتاب میں سزا اور جزاء کی جگہ محبت اور رحم پر زیادہ زور تھا اور انسان کی ذاتی تکمیل کی جگہ آسمانی امداد پر انحصار رکھا گیا تھا۔ بدھ کی طرح توکّل کا مظاہرہ تو نہ تھا لیکن مشکلات کے وقت خدا تعالیٰ کی امداد پر ضرور زور دیا گیا تھا۔ اس کتاب سے خود ہی ظاہر تھا کہ مسیحؑ گو ایک مُلْہَم مِنَ اللہ تھے لیکن شریعتِ جدیدہ کے حامل نہ تھے اور گو ان کے الہامات اس میں مذکور نہ تھے لیکن جو کچھ حصہ الہامات کا اس میں مذکور تھا وہ لطیف اور اللہ تعالیٰ کی شان کا ظاہر کرنے والا تھا اور ایک ادنیٰ نظر سے اس کے الہامی ہونے کا علم حاصل کیا جا سکتا تھا۔ میں نے ایک خوشی کا سانس لیا اور کہا جس طرح خدا تعالیٰ کا مجازی نور اس کے مادی عالَم کی ہر شئے سے ظاہر ہے اسی

طرح اس کا حقیقی نور اس کے روحانی عالَم کی ہر شئے سے ظاہر ہے میں نے کہا گو نبی فوت ہو چکے ہیں مگر یہ کتب اپنے حُسنِ دلکش کی وجہ سے ضرور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہونگی اور یہ باغِ روحانی کے مختلف پودے ضرور یکجا جمع ہو کر دنیا کی روحانی کوفت کو دور کرتے اور اس کی اخلاقی افسردگی کو مٹاتے ہونگے۔ مگر میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ باوجود آنکھوں کے سامنے ان روحانی جواہرات کی موجودگی کے ہر اک یہی شور مچا رہا تھا کہ میرے پاس تو قیمتی ہیرے ہیں اور دوسروں کے پاس بے قیمت پتھر۔ میں نے کہا خدایا ان عقل کے اندھوں کو کیا ہو گیا جو دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ کیا دنیا سے انصاف مِٹ گیا ہے، کیا انسان اپنی روحانیت کی نمائش گذشتہ ایام میں کر چکا اور اب بالکل کھوکھلا ہو گیا ہے؟ کیا یہ دنیا جو کسی وقت خدا کا تخت گاہ کہلاتی تھی' اب محض شیطان کی چوگان بازی کیلئے رہ گئی ہے؟ میں اسی فکر میں تھا کہ پھر وہی دلوں کو پاک اور دماغوں کو منور کر دینے والی آواز بلند ہوئی اور اس نے کہا کہ ہمارا یہ مسلک نہیں کہ دوسروں کی قبروں پر اپنا محل بنائیں۔ جو حسن کو نہیں دیکھتا وہ اندھا ہے۔ بیشک گذشتہ کتب میں انسانی دست بُرد نے تغیر کر دیا ہے لیکن پھر بھی ان کا منبع الٰہی علم ہے اور ہماری آواز ان کی مصدق ہے اور ان کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے علاوہ اور مقاصد کے اس مقصد کے لئے بھی مبعوث فرمایا ہے کہ ہم تمام خدا تعالیٰ کی کتب کی تصدیق کریں۔ اور ان کی سچائی کو ثابت کریں تا اللہ تعالیٰ پر ظلم کا الزام نہ لگے اور تا حسن کو دیکھ کر اس کا انکار کرنے والے روحانی نابینائی کے مرض میں مبتلا نہ کئے جاویں۔ نادان انسان ان کتب کی صداقت کا کس طرح انکار کرسکتا ہے جو غیب پر مشتمل ہیں اور جن کی صداقت پر آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں کر کے اور خصوصاً ہمارے زمانہ کی خبر دے کر خدا تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔ کوئی انسان نہیں جس کو غیب کا علم ہو اور یہ کتب تو غیب کے خزانوں سے بھری ہوئی ہیں اور یہ بھی تو دیکھو کہ باوجود اس کے کہ ان میں انسانی ملاوٹ ہے وہ توحید کی تعلیم کو خاص طور پر پیش کرتی ہیں حالانکہ شیطانی کلام خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم نہیں کیا کرتا۔ اس آواز کو سن کر میرے دل کی گرہیں کُھل گئیں، میری پریشانی دور ہوگئی اور میرے دل سے ایک آہ نکلی اور میں نے کہا یہ آواز گزشتہ کتب کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

انسانی ضمیر کیلئے رحمت

جب میں نے دیکھا کہ سب قوموں میں نبی گزرے ہیں اور سب ہی کے پاس شمعِ ہدایت موجود ہے جس کے ذریعہ

سے اگر وہ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کا کامل نور پا سکتے ہیں تو میں نے کہا کہ باوجود اس حَسَدْ اور بُغض کے جو مختلف قوموں کو دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور کتب سے ہے پھر بھی وہ اشتراک اور وہ مناسبت جو ایک دوسرے کے مذاہب میں پائی جاتی ہے اور ان اعلیٰ تعلیمات کی وجہ سے جو ان کی کتب میں بھری پڑی ہیں دنیا میں صلح اور امن کی تو ایک بنیاد قائم ہوگئی ہے۔ گو غیریت اور غیرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بزرگوں کو تسلیم نہ کریں لیکن کم سے کم اس اتحاد نے دنیا کو لڑائی اور جھگڑوں سے تو ضرور بچا لیا ہوگا۔ لیکن میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کو مار پیٹ رہے تھے اور طرح طرح سے دکھ دے رہے تھے کہ تم کیوں اپنا عقیدہ چھوڑ کر ہمارے عقیدے کو قبول نہیں کر لیتے؟ میں نے دیکھا کہ بعض کو گالیاں دی جا رہی تھیں بعض کو پیٹا جا رہا تھا، بعض کا بائیکاٹ کیا جا رہا تھا، بعض پر تمدنی دباؤ ڈالا جا رہا تھا اور بعض پر اقتصادی۔ لیاقت تو موجود ہوتی لیکن ملازمت نہ دی جاتی، اچھا مال تو فروخت کرنے کیلئے ان کے پاس ہوتا لیکن ان سے خرید و فروخت نہ کی جاتی، عدالتوں میں بلا وجہ اور بے قصور ان کو کھینچا جاتا، بعض کو تو جلا وطن کیا جاتا اور بعض کو تلوار سے ڈرا کر اپنا مذہب چھوڑنے کیلئے کہا جاتا۔ میں نے دیکھا کہ بعض دفعہ جس پر جبر کیا جاتا تھا اس کا عقیدہ جبر کرنے والے سے سینکڑوں گُنے زیادہ اچھا ہوتا، بعض دفعہ جبر کرنے والے کے اعمال نہایت گندے ہوتے اور جبر کے تختہ مشق کے اعمال نہایت پاکیزہ ہوتے، میں حیران ہو کر دیکھتا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب بعض لوگ ان جابروں سے پوچھتے کہ آخر یہ کیا ظلم ہے اور ان لوگوں کو کیوں دکھ دیا جاتا ہے تو لوگ جواب میں کہتے کہ آپ اپنے کام سے کام رکھیں ہم لوگ انصاف کر رہے ہیں اور ظلم نہیں بلکہ حقیقی خیر خواہی کرنے والے ہیں اگر مادی طور پر ہم نے کچھ سختی کر لی تو اس کا حرج کیا ہے؟ جب کہ ان کی روح کو ہم نجات دلا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ ظلم ترقی کرتے کرتے اس قدر بڑھ گیا کہ بعض لوگوں کو صرف اس جُرم پر آزار پہنچائے جانے لگے کہ وہ کیوں اپنے رب کی آواز کو سنتے ہیں اور بعض کو اس لئے کہ کیوں توحید کے قائل ہیں اور بعض کو اس لئے کہ کیوں خدا تعالیٰ کی طرف ظلم اور کمزوری منسوب نہیں کرتے اور میں نے لوگوں کو اس لئے بھی دوسروں پر جبر کرتے دیکھا کہ وہ کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے۔ آہ! یہ ایک بھیانک نظارہ تھا جسے دیکھ کر میری روح کانپ گئی اور میں نے کہا آخر ان نبیوں کے آنے کا کیا فائدہ ہوا۔ یہ شریعتیں کس مصرف کی ہیں کہ ان کے باوجود یہ ظلم ہو رہے ہیں اور میں ابھی اسی سلوک پر حیرت کر رہا تھا

کہ میں نے دیکھا بعض لوگ عبادت کیلئے عبادتگاہوں کی طرف آنا چاہتے تھے کہ بعض دوسرے لوگوں نے ان کو روکا اور کہا کہ تم کو کس نے کہا ہے کہ ان مقدس مقامات کو ناپاک کرو اور کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ جب کہ تم عشائے ربّانی میں فطیری کی جگہ خمیری روٹی استعمال کرتے ہوئے یا مقدس اشیاء کو دستانے پہن کر پکڑ لیتے ہو تم ہماری عبادت گاہوں میں داخل ہو کر انہیں نجس کرنا چاہتے ہو۔ غرض اسی قسم کی باتیں تھیں جن پر میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کو عبادت گاہوں سے روک رہے تھے اور نتیجہ یہ تھا کہ لوگوں کی توجہ عبادت سے ہی ہٹ رہی تھی۔

پھر میں نے دیکھا کہ بعض لوگ اس سے بھی آگ بڑھ گئے اور انہوں نے ثواب کا سب سے بڑا کام یہ سمجھا کہ جہاں موقع ملا' دوسروں کی عبادت گاہ گرا دی، یہودی مسیحیوں کی عبادتگاہیں اور مسیحی یہودیوں کی اور بدھ ہندوؤں کی اور ہندو بدھوں کی عبادتگاہیں گرا رہے تھے اور اپنے اعمال پر فخر کر رہے تھے اور ہر اک شخص یہ خیال کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کا پیمانہ اس کے لئے دوسری اقوام کی عبادت گاہوں کے گرانے کے کام کے مطابق وسیع ہوگا۔ آہ یہ مقدس جذبات کی بے حرمتی کا ایک حیا سوز نظارہ تھا۔ ایک دل دہلا دینے والا منظر تھا میں نے کہا یہ ترقی ہے جو دنیا نے ان ہزاروں سالوں میں کی ہے جن میں قریباً ہر صدی نے ایک نبی پیدا کیا ہے۔ کیا یہ ارتقاء ہے جسے علمائے سائنس ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں؟ میں شاید نبیوں کے کاموں کی پائیداری کا قائل ہی نہ رہتا اگر وہی پاکیزہ آواز مقدس آواز جو پہلے میرے شبہات کا ازالہ کرتی رہی تھی' پھر بلند نہ ہوتی۔ پھر میں اسے دنیا کی آوازوں کو دباتے ہوئے نہ پاتا۔ پھر اسے جلالی انداز میں یہ کہتے نہ سنتا کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا' باطل تو بھاگا ہی کرتا ہے۔ دین کے معاملہ میں جبر ہرگز جائز نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی میں کامل فرق کر کے دکھا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہر اک ضروری امر کو کھول دیا ہے اور بقدرِ ضرورت جسمانی پانی کی طرح وہ مختلف ممالک میں روحانی پانی برساتا رہا ہے۔ ان کے اختلافات اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ پانی پاک نہیں بلکہ صرف مختلف ممالک اور مختلف زمانوں کے لوگوں کی طبائع اور ضرورتوں کے فرق پر دلالت کرتا ہے جس کو جب اور جو ضرورت ہوئی' خدا تعالیٰ نے ضرورت کے مطابق سامانِ ہدایت پیدا کر دیئے۔ پس ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو اور اگر کوئی ناحق پر بھی ہو تب بھی اسے جبر سے نہ منواؤ کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ دل کی حالت کے مطابق ہے نہ کہ زبان کے قول کے مطابق۔ خدا تعالیٰ کو تمہاری باتیں اور تمہارے ظاہری اعمال نہیں پہنچتے بلکہ اس کے حضور میں

تمہارے دل کی کیفیت پہنچتی ہے جو جبر سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ ایک دوسرے کو عبادتگاہوں میں عبادت کرنے سے نہ روکو کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے جو خدا کا نام لینا چاہتا ہے خواہ کسی طریق پر نام لے اُسے اجازت دو تا لوگوں میں عبادت کی طرف توجہ ہو اور لا مذہبیت ترقی نہ کرے۔ لوگوں کی عبادتگاہوں کو نہ گراؤ خواہ آپس میں کس قدر ہی اختلاف کیوں نہ ہو کیونکہ اس سے ظلم اور فتنہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور امن کا قائم ہونا لمبے زمانے تک ناممکن ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو تباہ کر دے گا اور نئی قومیں پیدا کرے گا جو اس کے حکم کے ماتحت عبادتگاہوں کی حفاظت کریں گی۔ اس آواز نے میرے خدشات کو دور کر دیا میرے خیالات کو مجتمع کر دیا اور میں نے پھر آزادی کا سانس لیا جس میں ایک طرف تسلی اور دوسری طرف درد ملا ہوا تھا۔ تسلی اس لئے کہ میں نے دیکھا کہ دنیا کی اصلاح کا دن آ گیا، ظلم مٹایا جائے گا اور درد اس لئے کہ اس آواز کے مالک کی طرف میرا دل زیادہ سے زیادہ کھینچا جا رہا تھا۔ مگر تیرہ سَو سال کا زمانہ پوری تیرہ ناقابلِ گزر صدیاں میرے اور اس کے درمیان میں حائل تھیں۔ مگر بہرحال میرے دل سے پھر ایک آہ نکلی اور شکر و امتنان سے بھرے ہوئے دل سے میں نے کہا کہ یہ آواز انسانی ضمیر کیلئے بھی ایک رحمت ثابت ہوئی۔

معذوروں کیلئے رحمت

اس کے بعد میری نگہ انسانوں میں سے معذوروں پر پڑی۔ میں نے دیکھا کہ انسانوں میں سے کافی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے ناکارہ اور بے مصرف نظر آتے ہیں ان میں سے اندھے ہیں اور بہرے ہیں اور گونگے ہیں اور لنگڑے ہیں اور اپاہج ہیں اور مفلوج ہیں اور کمزور جسموں والے ہیں اور بیمار ہیں اور بوڑھے ہیں یا چھوٹے ہیں، بیکار ہیں اور بے سرو سامان ہیں اور بے یار و مددگار ہیں۔ میں نے دیکھا یہ مخلوق خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ دلچسپ مخلوق تھی۔ میں نے ان میں سے ایسے لوگ دیکھے کہ باوجود اپاہج ہونے کے ان کے دل شرارت سے لبریز تھے اگر کسی کے ہاتھ نہ تھے تو وہ پاؤں سے چوری کرنے کی کوشش کرتا تھا اور اگر پاؤں نہ تھے تو وہ گھِسٹ کر بدی کے مقام پر جانا چاہتا تھا اور اگر آنکھیں نہ تھیں تو وہ کانوں سے بدنظری کا مرتکب ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ یا ہاتھوں سے چھُو کر اپنے بدخیالات کو پورا کرنے کی سعی کرتا تھا۔ بے یار و مددگار لوگوں کو میں نے دیکھا ان کے چہروں پر بادشاہوں سے زیادہ نخوت کے آثار تھے، بیکسوں کو دیکھا کہ اپنی بے کسی کی حالت میں ہی وہ دوسروں کو گرانے کیلئے کوشاں تھے مگر میں نے

انہی لوگوں میں سے ایسے لوگ دیکھے جن کے دل خدا کے نور سے پُر تھے، ان کی آنکھیں نہ تھیں مگر وہ بینا لوگوں سے زیادہ تیز نظر رکھتے تھے، ظاہری کان نہ تھے مگر ان کی سماعت غضب کی تیز تھی، ہاتھ نہ تھے مگر جس نیکی کو پکڑ تے تھے چھوڑ نے کا نام نہ لیتے، پاؤں نہ تھے مگر نیکی کی راہوں پر اس طرح چلتے تھے جس طرح تیز گھوڑا دوڑتا ہے۔ مگر باوجود ان کے اچھے ارادوں اور میّسر شُدہ سامانوں کے مطابق کوشش کرنے کے پھر بھی وہ اس قسم کے عمل نہیں کر سکتے تھے جو تندرست اور طاقت رکھنے والے لوگ کر سکتے ہیں اور اس لحاظ سے وہ ظاہر بینوں کی نگہ میں نکمے اور ناکارہ نظر آتے تھے۔ میں نے دیکھا ان کو ہاتھوں کے نہ ہونے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیک کاموں کو بجا نہیں لا سکتے کہ جن میں ہاتھ کام آتے ہیں، انہیں آنکھوں کے جانے کا اس قدر صدمہ نہ تھا جس قدر اس کا کہ وہ ان نیک کاموں سے محروم ہیں جن میں آنکھیں کام آتی ہیں غرض ہر کمزوری جو ان میں پائی جاتی تھی خود اس کمزوری کا ان کو احساس نہ تھا لیکن اس کمزوری کے نتیجہ میں جس قسم کی نیکیوں سے وہ محروم رہتے تھے' اِن کا اُن کو بہت احساس تھا۔ میں نے ان لوگوں کو ہزار بدصورتیوں کے باوجود خوبصورت پایا اور ہزار عَیبوں کے باوجود کامل دیکھا اور میں جوش سے کہہ اٹھا کہ باوجود مذاہب کے اختلاف کے اس میں تو کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نہایت خوبصورت مخلوق ہے۔ ان کے عیب پر ہزار کمال قربان ہو رہا ہے اور یہ لوگ ثابت کر رہے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ فضل کرے تو مَیلے کے ڈھیر پر بھی پاکیزہ روئیدگی پیدا ہو سکتی ہے مگر میری حیرت کی حد نہ رہی کہ جب ایک جماعت مجھ سے اس بارہ میں بھی اختلاف پر تیار ہو گئی اور بعض نے کہا کہ ایسے ناپاک لوگوں کو آپ اچھا کہتے ہیں ان سے تو الگ رہنے کا حکم ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا تک ناجائز ہے اور نہ ان سے چھونا درست ہے۔ ایک اور جماعت بولی یہ اپنے گذشتہ اعمال کی سزا بُھگت رہے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے پیارے کس طرح ہو گئے بلکہ انہوں نے ان کے گناہ تک گنائے کہ گذشتہ زندگی میں فلاں گناہ کر کے آنکھیں ضائع ہوئیں فلاں گناہ کر کے کان ضائع ہوئے وغیر ذَالِکَ۔ اور بعض نے ہنس کر کہا کہ خیر یہ تو بیوقوفی کی باتیں ہیں اصل میں ان پر دیو سوار ہیں۔ ہمارے خداوند ان دیووں کو نکالا کرتے تھے اور ان کے بعد ان کے شاگرد۔ مگر اب ایسے لوگ ہم میں موجود نہیں رہے۔ میں نے کہا الٰہی دنیا کو کیا ہو گیا ہے یہ دل کے اندھے آنکھوں کے اندھوں پر اور دل کے بہرے کانوں کے بہروں پر ہنستے ہیں۔ یہ بدصورت اور کریہہ المنظر لوگ ان اپاہجوں کے حُسن کو کیا جانیں جن کے دل تیرے نور

سے منور اور جن کے سینے تیری محبت کے پھولوں سے رشکِ صد مرغزار بن رہے ہیں۔آہ میں کس طرح مانوں کہ تُو بھی بنّیوں کی طرح یہ دیکھتا ہے کہ کس کی تھیلی میں کیا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔مگر میرے خیالات کی رَو کو پھر اسی عقدہ کشا آواز نے روک دیا وہ ناز و رعنائی سے بلند ہوئی۔اس ناز سے کہ کسی معشوق کو کب نصیب ہوا ہوگا،اس شان سے کہ کسی بادشاہ کو خواب میں بھی حاصل نہ ہوئی ہوگی اور اس نے کہا کہ اے کام کرنے والو۔اے خدا کی راہ میں جانیں قربان کرنے والو! مت خیال کرو کہ خدا کے حضور میں تم ہی مقبول ہوا اور اس کے انعامات کے تم ہی وارث ہو یاد رکھو کہ کچھ تمہارے ایسے بھائی بھی ہیں کہ جو بظاہر ان عمل کی وادیوں کو نہیں طے کر رہے جن کو تم طے کر رہے ہو،ان کٹھن منزلوں میں سے نہیں گزر رہے جن میں سے تم گزر رہے ہو۔لیکن پھر بھی وہ تمہارے ساتھ ہیں۔تمہارے شریک ہیں' تمہارے ثوابوں کے حصہ دار ہیں۔[16] اور خدا تعالیٰ کے ایسے ہی مقرب ہیں جیسے کہ تم۔میں نے دیکھا نیکوکاروں کی وادی میں ایک عظیم الشان ہلچل پیدا ہوئی اور سب بے اختیار چلّا اُٹھے کہ کیوں ایسا کیوں ہے؟ اس مقدس آواز نے جواب دیا اس لئے کہ گو ان کے ہاتھ پاؤں بوجہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ معذوریوں کے تمہارے ساتھ شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے مگر ان کے دل تمہارے ساتھ ہیں۔جب تم عمل کی لذتوں سے مسرور ہو رہے ہوتے ہو' وہ غم اور حرمان کے تلخ پیالے پی رہے ہوتے ہیں۔بے شک جام مختلف ہیں' بے شک شراب جُدا جُدا ہے لیکن کیف میں کوئی فرق نہیں نتیجہ ایک ہی ہے تم جس مقام کو پاؤں سے چل کر پہنچتے ہو وہ دل کے پَروں سے اُڑ کر جا پہنچتے ہیں۔ان کو ناپاک مت کہو جو ان سے نیک ہیں وہ تم میں سے پاکیزگی میں کم نہیں۔میری روح وجد میں آ گئی میرا دل خوشی سے ناچنے لگا میں نے کہا صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ انصاف اس کا نام ہے،عدل اس کو کہتے ہیں میرے دل سے پھر ایک آہ نکل گئی اور میں نے کہا طاقت ور کے ساتھی تو سب ہوتے ہیں مگر یہ آواز معذوروں کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔

آئندہ نسلوں کیلئے رحمت

میں کہاں کہاں تم کو اپنے ساتھ لئے پھروں میں نے اس عالمِ خیال میں بیسیوں اور مقامات کی سیر کی لیکن اگر میں ان کیفیات کو بیان کروں تو یہ مضمون بہت لمبا ہو جائے گا اس لئے میں اب صرف ایک اور نظارہ کو بیان کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔میرے دل میں خیال آیا کہ یہ غیبی آواز ماضی کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی اور حال کے لئے بھی مگر اس کا معاملہ مستقبل کے ساتھ کیسا ہے۔

میں نے کہا آئندہ نسلیں لوگوں کو اپنی جانوں سے کم پیاری نہیں ہوتیں۔ ماں باپ خود فنا ہونے کو تیار ہوتے ہیں بشرطیکہ ان کی اولاد بچ جائے بلکہ سچ پوچھو تو وہ ہر روز اپنے آپ کو اولاد کی خاطر تباہی میں ڈالتے رہتے ہیں۔ پھر ماضی اور حال کسی کو کب تسلی دے سکتے ہیں جب کہ مستقبل تاریک نظر آتا ہو، جب کہ آئندہ نسلیں فلاح و کامیابی کی راہوں پر چلنے سے روک دی گئی ہوں۔ میں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا' یہ تو انسانی فطرت کے خلاف ہے کہ کوئی اپنی نسلوں کی تباہی پر راضی ہو جائے اس لئے مستقبل کے متعلق تو ضرور سب مذاہب متحد ہونگے اور اس مقدس وجود سے ان کو اختلاف نہ ہوگا جو دوسرے امور میں ان سے اختلاف کرتا رہا ہے اور ان کیلئے صحیح عقیدہ یا صحیح عمل پیش کرتا رہا ہے۔ تب میں نے عالمِ خیال میں ہندو بزرگوں سے سوال کیا کہ آئندہ نسلوں کیلئے آپ میں کیا وعدے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وید آخری اور اوّل کتاب ہے اس کے بعد اور کوئی کتاب نہیں۔ میں نے کہا میں تو کتاب کے متعلق سوال نہیں کرتا میں تو یہ پوچھتا ہوں کہ جو پہلوں نے دیکھا کیا آئندہ نسلوں کے لئے بھی اس کے دیکھنے کا امکان ہے۔ وید دوبارہ نازل نہ ہوں لیکن ویدوں نے جو عجائبات پہلے لوگوں کو دکھائے کیا ویسے ہی عجائبات پھر بھی دنیا کے لوگ دیکھیں گے اور اپنے ایمان تازہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ افسوس ایسا نہیں ہوسکتا۔ آخر ویدوں کے زمانہ جیسا زمانہ اب دنیا کو کس طرح مل سکتا ہے۔ مَیں نے بدھوں سے سوال کیا اور انہوں نے بھی کوئی ایسی امید نہ دلائی۔ زردشتی لوگوں نے بھی اس پرانے اچھے زمانے کا وعدہ اپنی اولادوں کے لئے نہ دیا۔ یہود نے کہا زکریا تک تو خدا تعالیٰ کا کلام لوگوں پر اُترتا رہا اور اس کے معجزات لوگوں کے ایمان تازہ کرتے رہے ہیں لیکن اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ مسیحیوں نے کہا حواریوں تک تو روح القدس اترا کرتا تھا مگر اب اس نے یہ کام ترک کر دیا ہے۔ میں نے کہا اور آئندہ نسلیں؟ کیا اب وہ محروم رہیں گی؟ کیا اب ان کے ایمانوں کو تازہ کرنے کیلئے کوئی سامان نہیں؟ انہوں نے کہا کہ افسوس! اس رنگ میں اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ میں حیران تھا کہ لوگ کس طرح اپنی اولادوں کو محروم کرنے پر رضامند ہو گئے اور وہ کیوں خدا تعالیٰ کے آگے نہ چلّائے کہ اگر اولاد کی محبت دی ہے تو ان کی ترقی کے سامانوں کے وعدے بھی تو کر۔ مگر میں نے دیکھا ان لوگوں میں کوئی حس نہ تھی وہ اس پر خوش تھے کہ خدا کا کلام نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کوئی لعنت تھا کہ شکر ہے اس سے ان کی اولادوں کو نجات ملی۔ میں دلگیر و افسردہ ہو کر ان لوگوں کی طرف سے ہٹا اور میں نے کہا وہ نور بھی کیا جس کی روشنی بند ہو جائے اور وہ خدا ہی کیا جس کی جلوہ گری ماضی میں ہی

ختم ہو جائے کہ پھر میں نے اسی موہنی پیاری دلکش آواز کو بلند ہوتے ہوئے پایا۔ پھر اسے ایک اندازِ دلربائی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو نعمت ہم نے پائی اسے اپنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان میں تقسیم کر دیا۔ خدا تعالیٰ کی نعمتیں ماضی سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ وہ اسی طرح مستقبل کا بھی ربّ ہے جس طرح ماضی کا۔ جو کوئی بھی اس سے سچا تعلق رکھے گا اس کا کلام اس پر نازل ہوگا، اس کے نشانات اس کیلئے ظاہر ہوں گے، اس کی محبت محدود نہیں کہ وہ اسے گذشتہ لوگوں پر تقسیم کر چکا، وہ ایک غیر محدود خزانہ ہے۔ جس سے ہر زمانہ کے لوگ علیٰ قدرِ مراتب حصہ لیں گے۔ ہر اک جو سچے دل سے کہے گا کہ اللہ میرا رب ہے اور اس تعلق پر سچے عاشقوں کی طرح قائم ہو جائے گا' خدا کے فرشتے اس پر نازل ہوں گے اور اس کے رب کا پیغام اس کو آ کر دیں گے اور اس کی محبت بھری باتیں اس کے کان میں ڈالیں گے اور غموں اور فکروں کے وقت اس کے دوش بدوش کھڑے ہوں گے اور بشارت دیں گے کہ اللہ تمہارا دوست اور تمہارا مددگار ہے۔ پس کچھ فکر نہ کرو اور غم نہ کرو[۱۰] اور الہامِ الٰہی کا دروازہ ہمیشہ ان کے لئے کھلا رہے گا اور ان کے عشق کو ردّ نہ کیا جائے گا بلکہ قبول کیا جائے گا اور وہ سب درجے جو پہلوں کو ملے ہیں ان کو بھی ملیں گے۔ میں نے یہ بشارت سن کر بے اختیار کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ یہ آواز تو آئندہ نسلوں کیلئے بھی رحمت ثابت ہوئی۔ اگر آئندہ کے لئے آسمانی نعمتوں کا دروازہ بند ہو جاتا تو عاشق تو جیتے جی ہی مر جاتے۔ جن کے دل میں عشقِ الٰہی کی چنگاری سُلگ رہی ہے انہیں جنت بھی اسی لئے اچھی لگتی ہے کہ اس میں معشوقِ ازلی کا قُرب نصیب ہوگا ورنہ انار اور انگور ان کے لئے کوئی دلکشی کا سامان نہیں رکھتے۔ اگر قُرب سے ہی ان کو محروم کیا جانا تھا جیسے کہ دوسرے لوگ کہتے ہیں تو ان کے لئے پیدا ہونا یا نہ ہونا برابر تھا۔ پس مبارک وہ جس نے آئندہ نسلوں کو بھی امید سے محروم نہ کیا اور عاشقوں کو معشوق کے وصال کی خوشخبری سنا کر ہمیشہ کیلئے اپنا دعا گو بنا لیا۔ مگر اب تو میرے دل سے ایک بہت ہی درد بھری آہ نکلی اور میں نے کہا۔ کیا ان تیرہ صدیوں، ناقابلِ گذر تیرہ صدیوں کیلئے جن کو ماضی کی مُہر نے بالکل ہی عبور کے قابل نہیں چھوڑا طے کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ کیا میرے اور میرے محبوب کے درمیان ایسی سدِّ سکندری حائل ہے جس کو توڑنا بالکل ناممکن ہے؟ کیا اس مایوسی کی تاریکی کو امید کی کوئی کرن بھی نہیں پھاڑتی۔

میں انتہائی کرب میں تھا کہ مجھے ایک اور آواز سنائی دی۔ ایسی قریب کہ اس کے قُرب کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیونکہ وہ میری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب تھی۔ اور اس نے کہا افسوس

نہ کر میری طرف دیکھ جو چیز تیرے لئے ماضی ہے میرے لئے حال۔ بے شک کمزور انسان ماضی کو نا قابلِ وصول سمجھتا ہے اور سمجھتا رہا ہے لیکن میرے سامنے ماضی اور مستقبل سب ایک سے ہیں۔ جس وجود کو تُو دیکھنا چاہتا ہے میں نے اس کے ماضی کو مستقبل سے بدل دیا ہے۔ میری طرف سیدھا چلا آ تُو اس کو میرے قرب میں میری جنت کے اعلیٰ مقامات میں میرے کوثر کے کنارے پر اسی طرح میری نعمتیں تقسیم کرتا ہوا پائے گا جس طرح تیرہ صدیاں گزریں۔ دنیا کے لوگوں نے اسے ہر قسم کی نعمتیں تقسیم کرتے ہوئے پایا تھا۔ کیوں وہ سب کے لئے رحمت نہ ہو کہ میں نے اسے پیدا ہی تقسیم کے کام کیلئے کیا تھا۔ تبھی تو وہ ابوالقاسم کہلایا اور تبھی تو اس نے منع کیا کہ کوئی شخص اس کی کنیت اختیار نہ کرے۔ [۱۸]

مَیں نے کہا۔ اے میرے دل میں بولنے والے! میں تیرے ازلی حُسن پر قربان۔ بے شک میرا محمدؐ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ تھا لیکن تُو رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ہے۔ تیری رحمت کے قربان، ماضی کے ایک منٹ کو کوئی واپس نہیں لا سکتا لیکن تو نے تیرہ صدیوں کے ماضی کو مستقبل بنا دیا اور وہ جسے ہم خیال کرتے تھے کہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں، اس کی آئندہ ملاقات کا وعدہ دلایا۔ اے میرے محمدؐ کے معشوق آ۔ میرے دل میں بھی گھر کر لے۔ تیرا حسن سب سے بالا ہے۔ تیری شان سب سے نرالی۔ اور یہ کہتے ہوئے میری ایک آنکھ سے ایک آنسو نکل پڑا۔ وہ میرے رخسار پر ڈھلکا ہی تھا کہ میری ایک بیوی میرے کمرہ میں داخل ہوئی۔ میں نے عشق کا راز فاش ہونے کے خوف سے جَھٹ وہ آنسو پونچھ دیا ورنہ نہ معلوم اس کے کتنے اور ساتھی اس کے پیچھے چلے آتے۔

(روزنامہ الفضل ۲۶۔نومبر ۱۹۳۳ء)

---

۱ حم السّجدة: ۳۸

۲ قُشَعْرِيْرَ: لرزۂ بدن۔کپکپی

۳ بنی اسرائیل: ۱۰۴ ۴ الزخرف: ۲۰ ۵ التحریم: ۷

۶ الجاثية: ۲۵

۷ منغض: رنجیدہ۔ناراض

۸ البقرة: ۳۰

۹ گلتیوں: باب ۳ آیت ۱۱ تا ۱۴ ۱۰ پیدائش: باب ۳ آیت ۱۳

۱۱ رومیوں: باب ۱۴ آیت ۹

۱۲؎ مسلم کتاب البر و الصلة باب النهی عَن قول هلک الناس

۱۳؎ طٰهٰ: ۱۱۶ ۱۴؎ یوحنا: باب ۱۰ آیت ۸

۱۵؎ فاطر: ۲۵، الرعد: ۸

۱۶؎ بخاری کتاب المغازی باب نزول النبی الحجر

۱۷؎ حٰم السّجدة: ۳۱

۱۸؎ بخاری کتاب المناقب باب کُنیة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم